ڈھونڈے سے بھی نہ مل سکے۔ اِن دونوں طریقوں میں سے جب میں دیکھتا ہوں کہ لوگ پختہ نتائج پیدا کرنے والے دیر طلب اور محنت طلب اور صبر آزما طریقے کو سُنتے ہیں اور اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور دوسرے طریقے کی طرف بار بار دوڑ چلنے کی کوشش کرتے ہیں تو میرے سامنے مسلمانوں کی وہ کمزوریاں بالکل بے نقاب ہو جاتی ہیں، جن کی وجہ سے اب تک وہ خام کاریوں ہی میں اپنی قوتیں اور محنتیں اور مال اور اوقات ضائع کرتے رہے ہیں۔ میں اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جب تک اس تحریک کی باگیں میرے ہاتھ میں ہیں میں اپنے رفقا کو صحیح اور نتیجہ خیز کاموں ہی پہ لگانے کی کوشش کروں گا۔ اور بے حاصل کوششوں میں جانتے بوجھتے اُن کو مشغول نہ ہونے دوں گا۔

(ایضاً۔ ص ۵۷، ۵۸)

---

(۲)

اپنا جائزہ لیجیے!

میں اس وقت جماعتِ اسلامی کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کروں گا۔ لیکن ان خصوصیات کے بیان کرنے سے مقصود یہ نہیں ہے کہ یہ بالفعل جماعت کے ارکان کے اندر موجود ہیں، بلکہ یہ ہے کہ یہ آپ کے اندر ہونی چاہئیں اور آپ کا فرض ہے کہ آپ برابر اپنا جائزہ لے کر دیکھتے رہیں کہ یہ آپ کے اندر موجود ہیں یا نہیں؟ اور اگر موجود ہیں تو کس حد تک؟ اور انہی کو آپ جماعت کے ساتھ وابستگی کے لیے معیار بنایئے۔ اگر یہ خصوصیات پورے طور پر موجود ہیں تو سمجھیے کہ جماعت کے ساتھ آپ کی وابستگی پوری ہے۔ اور اگر ناقص طور پر موجود ہیں تو سمجھیے کہ جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق بھی ادھورا ہے اور اگر یہ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ جماعت کے ساتھ آپ کی وابستگی محض رسمی و ظاہری ہے حقیقت سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔

۱۔ ان خصوصیات میں سب سے مقدم خصوصیت یہ ہے کہ موجودہ ماحول کے اندر آپ غربت کا احساس کریں۔ غربت سے میرا مقصد مال و اسباب کی کمی نہیں ہے۔ اس چیز کا احساس تو ایک مسلمان اگر وہ سچا مسلمان ہے، کبھی کرتا ہی نہیں۔ غربت سے میرا مقصد یہ ہے کہ موجودہ فضا میں آپ کو ہر جگہ اجنبیت کا احساس ہو۔ خاندان میں، سوسائٹی میں، قوم میں آپ کو اپنے ہمدرد و آشنا اور ہم خیال و ہم مشرب بہت کم نظر آئیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ کا تفسیری ورثہ

جناب ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی

(۲)

اسرائیلیات سے متعلق علامہ کا موقف

اسرائیلیات سے مراد وہ تمام روایات و خرافات ہیں جو یہود و نصاریٰ کے ذریعے مسلمانوں میں داخل ہوگئیں۔ جن کے اہم اسباب یہ ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے ان کی باتوں کا مسلمانوں کے یہاں ایک خاص وزن تھا، چنانچہ بعض راویوں نے قرآن کی جن مجمل باتوں کی تفسیر یا تفصیل اہل کتاب سے ملی اسے روایت کر دیا۔ ایک حدیث میں رسول اللہؐ نے بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔ اس کے علاوہ بہت سے اہل کتاب مسلمان ہوئے۔ ان کے ذریعے بہت سی اسرائیلی روایات داخل ہوگئیں، نیز بہت سی اسرائیلیات بطور استشہاد قبول کی گئیں۔

اسرائیلیات کے سلسلہ میں علمائے تفسیر کے رویہ میں اختلاف رہا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ کا موقف اس سلسلہ میں کافی متوازن ہے۔ انہوں نے اس طرح کی روایات کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے۔

ایک وہ روایات ہیں جن کی تصدیق قرآن و احادیث سے ہوتی ہے ان کی صحت و قبولیت میں کوئی کلام نہیں۔

دوسرے وہ روایات جن کے سراسر غلط ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے متصادم ہیں۔

تیسری قسم وہ روایات ہیں جو پہلے یا دوسرے گروہ میں نہیں آتیں یعنی جن کی تصدیق یا تکذیب قرآن و حدیث سے نہیں ہو سکتی ہم ایسی روایات کی نہ تو تصدیق کریں گے نہ تکذیب، ان کی روایت

۲۔ دوسری خصوصیت جو مطلوب ہے اور جو درحقیقت پہلی خصوصیت ہی کا لازمی نتیجہ ہے، یہ ہے کہ آپ اپنی ساری وابستگی اور دلچسپی ان لوگوں کے ساتھ بڑھائیں جو اُصول و مقاصد میں آپ کے ساتھ متحد ہوں۔ اگر ان کی تعداد کم ہو تو اس کی پروا نہ کیجیے، انہی کی رفاقت اور نصرت کی قدر کیجیے، اگرچہ وہ آپ کے عزیز نہ ہوں، لیکن آپ اُن کو عزیزوں سے بڑھ کر عزیز رکھیے۔ اگرچہ وہ آپ کی قوم سے باہر کے ہوں، لیکن آپ کی عصبیت و حمیت ان کے لیے اپنی قوم سے بھی زیادہ ہو۔ اگرچہ وہ ہمیشہ سے آپ کے اور آپ کی قوم کے دشمن رہے ہوں۔ لیکن آج اگر انہوں نے اس حق کو قبول کر لیا ہے جس حق کو آپ نے قبول کیا ہے تو آپ کی طرف سے ان کے لیے صرف سچی دوستی ہی ہونی چاہیے۔ آپ ہر طرف سے کٹ کر اپنی ساری دلچسپیاں صرف ان کے اندر ڈھونڈیے۔ یہی آپ کے عزیز ہوں، یہی آپ کے دوست ہوں، یہی آپ کے دوست ہوں، یہی آپ کے غم خوار ہوں۔ ان کے سوا دوسروں کے ساتھ آپ کا تعلق دوستی اور محبت کا نہ ہو، بلکہ صرف خیر خواہی اور خیر سگالی کا ہو، یعنی آپ اُن کو بھی اس حق سے آشنا کیجیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھولا ہے۔

آپ کا گھرانا اہلِ حق اور اہلِ ایمان کا گھرانا ہو۔ جن کا رشتہ حق کے ساتھ جتنا ہی ضعیف ہو، آپ کا رشتہ ان کے ساتھ اتنا ہی ضعیف ہونا چاہیے اور جن کا رشتہ ایمان کے ساتھ جتنا ہی مضبوط ہو، آپ کا رشتہ ان کے ساتھ اتنا ہی مضبوط ہونا چاہیے۔ اِس اُصول کو سامنے رکھ کر اپنی دوستیوں اور دشمنیوں کا پورا جائزہ لیجیے اور اگر کہیں آپ کو نظر آئے کہ آپ دوستی کے مستحق کے ساتھ دشمنی اور دشمنی کے حقدار کے ساتھ دوستی کا معاملہ کر رہے ہیں۔ تو اللہ کے ڈر سے اس کی اصلاح کیجیے۔ اگر آپ ایک اُصول کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں تو اس کے دشمنوں کے ساتھ آپ کی دوستی نہیں ہو سکتی۔ اس طرح جو لوگ اس اُصول سے دوستی رکھتے ہیں اُن کے ساتھ آپ کی دشمنی بھی خلافِ فطرت ہے۔ آپ نسل و نسب کے بُت کے پجاری نہیں ہیں۔ اور نہ آپ کو رنگ و خون کے امتیازات ہی سے کوئی دلچسپی ہے۔ آپ کی نفرت و محبت تو تمام تر اللہ اور رسولؐ کے تعلق کے تابع ہے۔ جو لوگ اللہ و رسولؐ کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لیں، آپ ان کے بن گئے اور وہ آپ کے بن گئے۔ آپ کا اور ان کا مادی رشتہ ہے، اخلاقی رشتہ ہے، اور روحانی رشتہ ہے۔ یہی معنی ہیں رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کے۔ اگر ایمان و اسلام کے رشتہ کے سوا کوئی اور رشتہ بھی آپ نے باقی چھوڑ رکھا ہے تو اس کی اصلاح کی کوشش کیجیے اور جلد سے جلد اس کو حق کے تابع کیجیے۔

نہیں معلوم کب آپ کے سامنے آزمائش کی گھڑی آجائے اور وہ آپ سے مطالبہ کرے کہ حق کے لیے چچا بھتیجے کی گردن پر تلوار چلائے اور بھانجہ ماموں کے سینہ پر نیزہ مارے۔

باطل اور باطل کے تمام رشتوں سے قلبی انقطاع اصلی روحانی ہجرت ہے۔ جس کا آغاز اس دن سے ہو جاتا ہے جس دن ایک بندۂ حق ایک حق کو قبول کرتا ہے اور اس کی خاطر ایک باطل کو چھوڑتا ہے۔ آپ اس روحانی ہجرت کا عزم کیجیے اور اس راہ میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں ان پر قابو پانے کی مشق بہم پہنچایئے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے لیے پہلے سے کسی اہتمام کی ضرورت نہیں ہے جب وقت آئے گا وہ حق کے لیے بڑی سے بڑی قربانی بھی پیش کر دیں گے اور عزیز سے عزیز رشتوں پر مقراض بھی چلا دیں گے لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ آزمائش کی گھڑیوں میں قلب و دماغ کو صرف وہی قوت کام دیتی ہے جو بالفعل موجود ہو اور جس کا ذخیرہ پہلے سے فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ جو لوگ اپنی فوج کو اس وقت ٹریننگ دیتے ہیں جب دشمن نے حملہ کر دیا ہو ان کے حصہ میں ناکامی کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔

۳۔ تیسری صفت جو آپ کو اپنے اندر پیدا کرنی ہے وہ اس کی مقابل صفت ہے یعنی یہ کہ جو لوگ اُصول اور مقصد میں آپ سے مختلف ہوں وہ آپ کو نرم چارہ نہ پائیں۔ وہ جب آپ کو ٹٹولیں تو انہیں محسوس ہو کہ ان کے لیے آپ کے اندر انگلی دھنسانے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے آپ کو آلۂ کار نہ بنا سکیں۔ پہلی جماعت کے لیے آپ جتنے سادہ لوح، کریم النفس اور بھولے بھالے ہوں دوسری جماعت کے لیے آپ کو اسی قدر ہوشیار، بیدار مغز اور اصول پرست ہونا چاہیے۔ ان کو آپ ہرگز اس بات کا موقع نہ دیں کہ وہ آپ پر اپنا رنگ چڑھا دیں اور آپ کو اپنے سانچے میں ڈھال لیں۔ جب تک آپ میں یہ صفت پیدا نہ ہو اس وقت تک نہ آپ کے اندر جماعت کے مقاصد کا صحیح شعور پیدا ہوا ہے اور نہ آپ میں وہ سیرت پیدا ہوئی ہے جو جماعتِ اسلامی کے پیشِ نظر مقاصد کی تکمیل کے لیے مطلوب ہے۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کی جو تعریف کی گئی ہے کہ وہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ "کفار پر سخت" ہیں اس کے معنی یہی ہیں، جو لوگ اللہ کی فوج میں بھرتی ہو چکے ہیں ان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہو سکتی کہ وہ دشمن کے بگل پر بھی لفٹ رائٹ شروع کر دیں اور عارضی فوائد کے لیے اس کا کلمہ بلند کرنے اور اس کی لڑائی لڑ دینے میں بھی کوئی ہرج نہ خیال کریں۔ جو لوگ حق اور باطل دونوں کے ساتھ رشتہ رکھنا چاہتے ہیں، اُن کا رشتہ صرف باطل کے ساتھ رہتا ہے۔ حق اس قسم کی شرکت اور آلودگی کو گوارا نہیں کرتا۔ آپ

کی سیرت کی وہ ساری کمزوریاں جو آپ کے اندر باطل کو گھسنے کی راہ دیتی ہیں آپ کے ضعفِ ایمان کی دلیل ہیں اور اب جس زندگی کا آپ نے آغاز کیا ہے اُس کا اوّلین تقاضا ہے کہ آپ ان کمزوریوں کو دُور کرنے کی پوری کوشش کیجیے۔

یہ دو تین باتیں میں نے آپ کے سامنے کسوٹی کی حیثیت سے پیش کی ہیں۔ آپ ان کے اُوپر اپنے آپ کو جانچ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق کس نوعیت کا ہے؟ محض زبان سے آپ اس کے ساتھ ہو گئے ہیں اور دل آپ کا ابھی کوچوں میں ابھی آوارہ گردی کر رہا ہے، جن میں پہلے آوارہ گردی کر رہا تھا یا آپ دل اور زبان دونوں سے اس کے ساتھ ہیں۔

(رودادِ جماعت اسلامی، حصہ چہارم)

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں، ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں۔

(ادارہ)